

پتہ چلانے میں مدد نہیں ملتی اور ہماری زندگی زیادہ سونی، بے آہنگ اور مضطرب ہو جاتی ہے۔ گو معلومات اور خارجی واقعات سے واقفیت روز بروز بڑھتی جاتی ہے۔ لیکن آخر پھر بھی وہ قدر تا محدود ہی رہے گی، مگر دانائی کی کوئی انتہا نہیں۔ اس میں تو علم اور نیز عمل کا شعور دونوں شامل ہیں۔ ہم تو صرف ایک شاخ کو پکڑ لیتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ یہی سارا درخت ہے۔ صرف جزوی واقفیت حاصل کر کے ہم کل کی مسرت نہیں پاسکتے۔ ساری کائنات کا علم محض دفاعی کوشش سے نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ دماغ کی نوعیت خود جزوی کی ہے۔

ہم نے دماغی مشاغل کو جذبات سے الگ کر دیا ہے اور جذبات کو نظر انداز کر کے صرف ذہن و دماغ کو ترقی دی ہے۔ ہماری کیفیت تو بالکل ایسی تپائی کی ہے جس کا ایک پایہ بقیہ دونوں پایوں سے لمبا ہو۔ چنانچہ ہم میں توازن اور مناسبت کے اوصاف نہیں رہ گئے ہیں۔ ہماری تربیت میں صرف دماغی ترقی کا لحاظ رہتا ہے۔ جس سے صرف ذہن چست و چالاک ہو جاتا ہے اور ذاتی مفاد کی حرص و طمع بڑھ جاتی ہے۔ اسی وجہ سے زندگی میں صرف ذہن کو اس قدر فوقیت دی جا رہی ہے۔ فہم و دانش ذہن سے کہیں بالاتر ہے، کیونکہ اس میں ذہانت اور خلوص محبت دونوں شامل و شریک ہیں۔ لیکن فہم و ذکا اسی حالت میں ممکن ہے جب تک خود شناسی یعنی اپنی زندگی کی تمام خصوصیات کا پورا اندازہ ہو سکے۔ انسان خواہ بوڑھا ہو یا جوان اس کے لیے

نہایت ضروری ہے کہ اپنی زندگی بھر پور اور سالم طور پر بسر کرے اور اسی لیے ہمارے سامنے بڑا اہم مسئلہ یہ ہے کہ ایسی ذکاوت کیوں کر پیدا کی جائے، جس سے شخصیت میں صلاحیت اور تکمیل پیدا ہو۔ اگر انسان کی مجموعی ساخت کے صرف کسی ایک پہلو یا جز پر غیر معمولی زور دیا جائے تو زندگی کا صرف ادھورا اور الٹا پلٹا نظریہ سامنے آتا ہے۔ اور یہی تنگ نظری ہماری بہت سی مشکلات کا باعث ہو جاتی ہے۔ اگر جملہ سرشت انسانی کے نشوونما کے بجائے صرف جزوی ترقی کی جائے تو اس سے سراسر اپنا اور سوسائٹی کا عظیم نقصان ہوگا۔ اس لیے یہ بہت ضروری ہے کہ انسانی مسائل کو ہم وسیع اور مجموعی نقطہ نظر سے دیکھیں۔

مکمل شخصیت کا انسان بننے کے لیے ہمیں اپنے باطن کی تمام عیاں اور نہماں تحریکوں کے سلسلہ کو سمجھنا ہوگا اور یہ محض دماغی نشوونما پر زور دیتے رہنے سے ممکن نہیں۔ ہم صرف ذہن کی ترقی کو اہمیت دیتے رہتے ہیں لیکن ہماری باطنی بے بضاعتی، خامی، پریشاں خاطر بنی رہتی ہے۔ صرف دماغی ترقی کرنے سے انسانوں میں افراط و تفریط پھیلتی ہے، کیونکہ عقائد کی طرح ذہنی تصورات بھی انسانوں میں اتحاد اور یگانگت پیدا کرنے کے بجائے فرقہ بندی کے تنازعات میں ان کو منقسم کر دیتے ہیں۔ جب تک صرف دماغی خیالات پر مجموعی تکمیل منحصر سمجھی جائے گی، ہم بلاشبہ منتشر اور منقسم رہیں گے، ذہنی خیالات کے اثر سے جو تفریق انسانوں میں پیدا ہو جاتی ہے،